شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جا سکتا ہے۔

زیر سرپرستی: حضرت اقدس مولانا
شاہ سعید احمد رائے پوری
دامت برکاتہم العالیہ
مسند نشین سلسلہ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مئی 2012ء / جمادی الاول 1433ھ – جلد نمبر 4، شمارہ نمبر 5 – قیمت فی شمارہ: مبلغ 15 روپے – سالانہ ممبرشپ: مبلغ 180 روپے – تین سالہ ممبرشپ: مبلغ 400 روپے

حضرت اقدس مولانا

ارشادِ گرامی شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ

مسند نشین ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

ایک مسجد کے امام صاحب نے اپنے دو بچوں کو حضرت (اقدس رائے پوری ثانی) کے سامنے دعا کے لیے پیش کیا اور ایک کے متعلق عرض کیا کہ: ''یہ متوسط درجے کا ذہن اور حافظہ رکھتا ہے، شروع میں حفظ اچھا چلتا رہا ہے، مگر اب نہیں چلتا۔''

اس پر حضرت نے فرمایا کہ: ''یورپ میں لوگ ماہرین سے مشورہ لیتے ہیں، جو بچوں کی استعداد کا اندازا کرنے میں ماہر ہوتے ہیں۔ اور پھر ان کے مشورے کے مطابق بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، مگر ہمارے ہاں اس کا انتظام نہیں۔ یورپ والے زیادہ تر اسی لیے کامیاب ہوتے ہیں کہ جس استعداد کا بچہ ہوتا ہے اور جس طرف اس کا قدرتی رُجحان ہوتا ہے، وہ (بچوں کی) ویسی اور وہی تعلیم کراتے ہیں۔ بیس پچیس سال پہلے میں نے اخبار میں ایک جرمن ماہر کا مضمون دیکھا تھا، جو یہ کہتا تھا کہ وہ بچے کو اپنے کھلونوں کے ساتھ (کھیلتے) دیکھ کر یہ بتا سکتا ہے کہ اس بچے کو اگر فلاں شعبے کی تعلیم دلائی جائے تو یہ کامیاب ہوگا۔ (اس لیے حفظ کے لیے بچے کی استعداد دیکھنی چاہیے)''

(مجلس 17 محرم الحرام 1366ھ / 12 دسمبر 1946ء، بروز جمعرات۔ مقام: جھاوریاں، سرگودھا)
(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص: 37-136۔ طبع: مکتبہ رشیدیہ، لاہور)

مجلس ادارت
صدرِ مجلس: ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
مدیرِ اعلیٰ: مفتی عبدالخالق آزاد
مدیر: محمد عباس شاد

درسِ قرآن
ایمان سے انکار کے بُرے نتائج

درسِ حدیث
خوشامد اور مدح سرائی کرنے والوں کی مذمت

اداریہ
نئی اُبھرتی دنیا میں انسان دوست سماج کی تشکیل کے تقاضے

خطبہ جمعة المبارک
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نگرانِ انسانیت

رپورٹ و رفتارِ کار
ادارہ رحیمیہ کی مجلس مشاورت کی تشکیل نو اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کا فروغ

نوجوانوں کے لیے اہم خوش خبری
لاہور میں 17 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

دینی مسائل
دینی حوالے سے آپ کے سوالات کے جوابات

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ ٹرسٹ رجسٹرڈ
رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

کراچی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 9/A، سینٹر پوائنٹ سوسائٹی، بلاک نمبر 21
راشد منہاس روڈ، فیڈرل بی ایریا، کراچی
0092-21-36321616,36320707

راولپنڈی کیمپس
رحیمیہ ہاؤس، N.A-7، سیو تھیٹر روڈ
سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی
0092-51-4581357-58

ملتان کیمپس
رحیمیہ ہاؤس 30/A، سٹریٹ نمبر 2، خان کالونی
چونگی نمبر 7، ایل ایم کیو روڈ، ملتان
0092-61-6212021

سکھر کیمپس
فلیٹ نمبر 111, 1st فلور، رائل اپارٹمنٹ
ریس کورس روڈ، سکھر
0092-71-5615185

درسِ قرآن

تشریح: امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

ایمان سے انکار کے بُرے نتائج

وَمَنْ لَّمْ يُؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ فَاِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَعِيْرًا ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (48:13-14)

(اور جو کوئی یقین نہ لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر، تو ہم نے تیار کر رکھی ہے منکروں کے لیے دہکتی آگ۔ آسمانوں اور زمین کا راج اللہ ہی کے لیے ہے۔ بخشے جسے چاہے اور عذاب میں ڈالے جسے چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)

جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر اس طرح ایمان نہیں لاتا جس طرح خالص مومنین ایمان لائے (جن کا ذکر اس سورت کی آیت نمبر 4 میں آچکا ہے)، ان کے لیے کامیابی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ تکلیفیں اٹھانا اور تکلیفیں اٹھاتے اٹھاتے آخر میں جلنا، یہ ان کے لیے طے شدہ ہے۔

یہ حجاز میں رہنے والے مخالفین کے لیے ہے۔ ان کے لیے اس سرزمین میں رہنے کے لیے زندگی کی کوئی صورت نہیں چھوڑی گئی۔ سوائے اس کے کہ وہ اس طرح ایمان لے آئیں، جس طرح خالص مومنین ایمان لا چکے ہیں۔ چوں کہ حجاز کو اس قرآنی انقلاب کا مرکز بنایا جانے والا ہے، اس لیے وہاں کی رجعت پسند طاقت کو زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا جاسکتا۔ اب تک مسلمانوں میں یہ تخیل باقی ہے کہ حجاز میں خلافِ اسلام کام کرنے کو بہت بڑا جرم مانتے ہیں۔ اس لیے کہ (ع)

چوں کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی؟

آسمان کی پادشاہی تو فرشتوں کے ذریعے سے ہے۔ زمین کی پادشاہی قرآن حکیم پر ایمان لانے والی اس جماعت کے ذریعے سے قائم ہوگی۔ وہ اللہ کے قانون کو زمین میں چلائیں گے۔

یہ انقلاب حضرت عثمانؓ کی شہادت تک رہا۔ اس وقت تک حجاز میں خدا کی پادشاہی قائم تھی۔ قرآن کا قانون تھا اور اس پر عمل کرنے والی ایک جماعت تھی۔ وہ اپنے آپ کو قانون کا مالک نہیں سمجھتی تھی، بلکہ اپنے آپ کو خدا کا نائب سمجھ کر اس کے حکموں کو بجا لاتی تھی اور ان پر عمل کرتی اور کراتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود خدا کا نائب (خلیفۃ اللہ) بن کر اپنے ساتھیوں کو، جو خدا کے قانون کی عزت اور وقار قائم کرنے میں آپؐ کے شریک تھے، اپنے ذریعے سے خدا کا نائب (خلیفۃ اللہ) بنا دیا۔

يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ

(تاکہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب میں ڈالے)

جو شخص اس قانون کو جاری کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کر کے قانون کی تعمیل کے قریب ہوتا جاتا ہے، اس کے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ جو آدمی اس قانون سے ہٹتا اور درجہ بدرجہ پیچھے ہی ہٹتا جاتا ہے اسے عذاب دیا جائے گا۔

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے)

اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جماعت کے ذریعے سے جو نظام قائم کیا ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں ہر ایک صحیح کام کرنے والے آدمی کے گناہ بخشے جائیں۔ اور اللہ کی رحمت سے وہ پروگرام سامنے لایا جائے، جس میں انسانیت کی ترقی ہے۔

درسِ حدیث

تشریح: حضرت مولانا خواجہ عبدالحیٔ فاروقی رحمۃ اللہ علیہ

خوشامد اور مدح سرائی کرنے والوں کی مذمت

"عن المقداد ابن الأسودؓ قال: قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه و سلّم: "إذا رأیتم المدّاحین فاحثوا فی وُجوهِهم التُّراب."

(حضرت مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: "جب تم خوشامد کرنے والوں اور مدح کرنے والوں کو دیکھو تو اُن کے منہ میں مٹی جھونک دو۔) (مشکوٰۃ شریف۔ کتاب الآداب۔ باب حفظ اللسان۔ الفصل الاول)

خوشامد اور مدح سرائی کی وَبا دنیا میں کم و بیش ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور بادشاہوں اور دولت مندوں نے تو انعامات دے دے کر مدح سراؤں کا ایک مستقل درجہ اور عہدہ ہی قائم کر دیا۔ شاعروں کے لیے تو یہ ایک ذریعہ معاش ہی بن گیا تھا کہ کسی مال دار آدمی کی شان میں قصیدہ کہا یا دو ایک پھڑکتے ہوئے جملے یا ایک آدھ مصرعہ کہہ دیا۔ اگر وہ ان کے پسند آگیا تو پھر کیا تھا، وارے نیارے ہوگئے، قلاش سے رئیس بن گئے۔ جن لوگوں نے بادشاہوں کے حالات پڑھے ہیں، وہ اس سے خوب واقف ہیں کہ خوشامدیوں اور مداح خواہوں کی ان کے ہاں کتنی قدر تھی اور شاعر اپنے سرپرستوں کی شان میں کیا کیا زمین آسمان کے قلابے ملاتے تھے۔ چند ایک حکمران ایسے گزرے ہیں، جنھوں نے خلفائے راشدین کی پیروی میں شاعروں کو بے جا مدح سرائی سے منع کر دیا تھا۔ ایک ایسی رسم کو، جو مضبوطی کے ساتھ اپنی جڑ جما چکی تھی، ایک دم اُکھاڑ کر پھینکا تھا، لیکن ان کے بعد پھر وہی خوشامدیوں کا دور لوٹ آیا اور لوگوں نے جھوٹی اور مبالغہ آمیز تعریفیں کر کر کے اپنا گھر بھرنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد جب مختلف فرماں رواؤں نے اپنی اپنی سلطنتیں الگ الگ بنانی شروع کر دیں تو معاملہ انتہا کو پہنچ گیا۔ اب تو شعر و شاعری میں بادشاہوں اور رئیسوں کی مدح سرائی اور عشق و محبت کے ولولہ انگیز جذبات کے اظہار کے سوا کچھ نہ رہا۔ سنا ہے کہ جب ایک خوشامدی شاعر کسی بادشاہ کی خوشامد میں جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تو اس نے حکم دیا کہ اس کا منہ موتیوں سے بھر دو۔ ایک رئیس کی بابت لکھا ہے کہ اس نے صرف ایک رُباعی کے اوپر ایک لاکھ روپے نقد اسی وقت بخش دیے۔ حال آں کہ وہ رُباعی اَخلاق کے معیار سے بالکل گری ہوئی ہے۔

اس کے بعد اس حدیث کے الفاظ پر غور کیجیے کہ اس میں ہمارے آقائے نامدار کا کیا ارشاد ہے۔ فرماتے ہیں کہ: "خوشامدیوں اور انعام کے طلب گاروں کو جب بے جا تعریف کرتے دیکھو تو ان کے منہ میں خاک بھر دو۔" اس قدر سخت حکم دینے کی وجہ صاف ظاہر ہے۔ اس اصول کو خلفائے راشدین خوب سمجھے ہوئے تھے اور ان کے بعد چند ایک حکمرانوں کے سوا کوئی نہ سمجھا، لیکن اس نہ سمجھنے کا اثر اور نتیجہ کیا ہوا، بے جا تعریف اور مدح سننے والوں کے غرور اور تکبر کی کوئی انتہا نہ رہی۔ وہ اس قدر آپے سے باہر ہوگئے کہ لوگوں کو مفید کاموں میں لگانے کی بجائے قصیدہ نگاری میں لگا دیا اور اپنی خوشامد کے الفاظ سن سن کر مست ہوگئے۔ اور اپنے بڑے بڑے لقب رکھ کر مونچھوں کو تاؤ دینے لگے۔ سرمایہ پرستی کے ماحول میں خوشامد اور بے جا مدح سرائی انسانی اَخلاق کی گراوٹ کی علامت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیثِ مبارکہ میں پستیٔ اَخلاق کے اس مظاہرے کی مذمت کی ہے اور اس سے بچنے کا طریقہ واضح کیا ہے۔ قوموں کے زوال کے زمانے میں اس قسم کے رویے افراد کی اجتماعی طاقت کو بڑا نقصان پہنچاتے ہیں۔ اس لیے ان سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے۔

اداریہ

نئی اُبھرتی دنیا میں انسان دوست سماج کی تشکیل کے تقاضے

عالمی سطح پر دنیا تبدیلیوں کی زد میں ہے۔ قدیم معاشرے اتھل پتھل کا شکار ہیں۔ پُرانا سماجی شیرازہ بکھرتا جارہا ہے۔ سیاسی، معاشی رشتے نئے رُخ اختیار کرتے جارہے ہیں۔ قدیم عمرانی ڈھانچے کا تانا بانا ٹوٹتا جارہا ہے۔ نئے مواصلاتی ذرائع نے دنیا میں بسنے والی اقوام کے درمیان باہمی رابطوں کے نئے پہلو متعارف کروائے ہیں۔ معاشروں کی اجتماعی ساخت نئے اُبھرتے دور کی نوید دے رہی ہے۔ سیاسی حوالے سے آمریتوں اور شخصی بادشاہتوں کے خلاف غصہ بڑھتا جارہا ہے۔ معاشی حوالے سے پیداواری رشتوں میں تبدیلیاں واقع ہورہی ہیں۔ عمرانی معاہدوں کی نئی جہتیں متعین ہورہی ہیں۔ افکار و نظریات کے نئے گوشے سامنے آرہے ہیں۔ زاویہ ہائے فکر بدل رہے ہیں۔ اس طرح عالمی سطح پر ایک نئی اُبھرتی دنیا کے نقوش سامنے آرہے ہیں۔ معاشروں کی صورت گری نیا رُخ اختیار کررہی ہے۔

ایسے میں اس نئی اُبھرتی دنیا کا گہرے نقطہ نگاہ سے جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ دنیا میں ہونے والی تبدیلیوں کا سرے سے انکار کسی طرح درست نہیں ہے۔ اور تبدیلیوں کے رُخ پر بلاسوچے سمجھے آگے بڑھتے رہنا بھی درست زاویۂ فکر نہیں ہے۔ انسانی حوالے سے سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ ان تبدیلیوں کا رُخ انسانی مفادِ عامہ کی طرف کیا جائے۔ ان تغیرات و تبدلات کا رُخ، انسانیت دوست سماج کی تشکیل کی طرف موڑنا انتہائی ضروری ہے۔ ایسے موقع پر سماجی تبدیلی کے مختلف مراحل میں انسانیت دشمن قوتوں کی حوصلہ شکنی وقت کا تقاضا ہے۔ ہر لحہ ہونے والا تبدیلیوں کا عمل اس کا تقاضا کرتا ہے کہ معاشرہ انسانیت دوست رُخ پر کروٹ لے۔ ارتقائے کائنات کے تحت خود یہ تبدیلیاں ایک مثبت سمت کا تعین کررہی ہیں۔ تبدیلیوں کے اس دور میں انسان دوست سماج کے قیام کا تقاضا اس حوالے سے بھی سامنے آرہا ہے کہ کچھ مخصوص مقتدر طبقات اس تاک میں ہیں کہ ان تبدیلیوں کا رُخ اپنے سامراجی مقاصد اور سرمایہ دارانہ ذہنیت کے تابع بنالیں اور نئی ایجادات و سائنس و ٹیکنالوجی سے انسانیت کو مستفید کرنے کی بجائے مخصوص مفادات کے حامل مقتدر اور ظالم حکمرانوں کے لیے انھیں استعمال کیا جائے۔ اس طرح سرمایہ دارانہ ذہنیت کا انسانیت دشمن کردار سامنے آرہا ہے۔

یہی وہ چیلنج ہے، جسے انسانیت کے سمجھ دار اور عقل مند لوگوں کو بالعموم اپنے پیش نظر رکھنا ہے اور اپنی عقلی بصیرت کو سامراجی مقاصد کے لیے استعمال کرنے کے بجائے انسانی مفادِ عامہ کے حق میں استعمال کرنے کی حکمتِ عملی ترتیب دینا ہے۔ بالخصوص مسلمان معاشروں میں دینی فہم و بصیرت رکھنے والے افراد پر یہ ذمہ داری زیادہ عائد ہوتی ہے کہ وہ سماجی حوالے سے تبدیلیوں کے مختلف دائروں کا فہم و شعور حاصل کریں۔ مفادِ عامہ کے تناظر میں دینی حوالے سے سماجی تشکیل کے نئے زاویوں کا ادراک کریں۔ اس بدلتے دور کے تقاضوں کو سمجھیں، نئی تبدیلیوں کے پس پردہ کارفرما عوامل کا تجزیہ کریں۔ ان اسباب کا تعین کریں، جو سماجی تبدیلیوں میں بنیادی کردار ادا کررہے ہیں۔ سیاسی دائرے میں کیا تبدیلیاں آرہی ہیں، اس کے نئے تقاضے کیا نوعیت لیے ہوئے ہیں۔ معاشی دائرے میں نئے پیداواری رشتوں کی واقعیت کیا ہے، وسائل معاش کی پیدائش، ان کی تقسیم اور استعمال کے نئے تقاضے کیسے معاشی نظام کا مطالبہ کررہے ہیں۔ کائنات کے حوالے سے ہونے والے نئے سائنسی تجربات، اس کے کون سے خفیہ گوشوں کی نشان دہی کررہے ہیں۔ دین کا صحیح فہم رکھنے والوں پر لازم ہے کہ اس گہرے مطالعے کی روشنی میں اب تک دریافت شدہ سائنسی حقیقتوں اور جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے پیدا ہونے والی سماجی تبدیلیوں کو انسانیت کے حق میں استعمال کرنے کی حکمتِ عملی ترتیب دیں۔

اس حوالے سے دین اسلام کی تعلیمات کے فروغ میں کردار ادا کرنے والے سچے مفکرین اور اولوالعزم حضرات کے تاریخی فکر و عمل کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے، ان علمائے ربانیین اور مفکرین میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ وہ عظیم الشان مفکر اور عالم ربانی ہیں، جنھوں نے قرآن و سنت کے گہرے مطالعے کی روشنی میں کائنات کی بنیادی ساخت، بدلتے دور کے تقاضوں کے تناظر میں کائنات میں ہونے والے تغیرات، سماجی تبدیلیوں کے عوامل، سیاسی تقاضوں کے اظہارات اور معاشی و اقتصادی معاملات کے پس پردہ کارفرما علل و اسباب کا بڑی گہرائی میں جاکر جائزہ لیا ہے۔ آپؒ نے اس حقیقت کی نشان دہی کی ہے کہ زمان و مکان کے تغیرات و تبدلات کی موجودگی میں دین اسلام کی تعلیمات پر عمل کے درست زاویے کیا ہیں، اور یہ کہ انسانی معاشروں کا فکری اور عملی نظام کن خطوط پر استوار ہونا چاہیے، ولی اللّٰہی فلاسفی کائنات اور کرۂ ارض پر ہونے والی تبدیلیوں کے عمل کو مربوط طور پر سمجھنے اور انھیں قرآنی نقطہ نگاہ سے جانچنے اور پرکھنے اور جدید دریافتوں کو مفادِ عامہ کے لیے استعمال کرنے کے جامع نظریے اور فکر و عمل کی وضاحت کرتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ سماجی تبدیلیوں کے اس ہمہ جہتی ماحول اور پیچیدہ و متنوع دور میں ولی اللّٰہی فلاسفی ہی وہ واحد طریقۂ فکر و عمل ہے، جو بدلتے دور کے تقاضوں میں درست طور پر انسانی مسائل کے حل کا سیدھا راستہ واضح کرتا ہے۔

اہل علم و نظر، خاص کر مسلمان علما، دانش ور اور نوجوان تعلیم یافتہ حضرات اس طرف توجہ دیں تو یقیناً جدید دور کے ان سلگتے مسائل کے حل کے لیے ولی اللّٰہی فلاسفی کی صورت میں ایک ایسی روشن شاہراہِ فکر و عمل سامنے آتی ہے، جو نہ صرف مسلمانوں، بلکہ کل انسانیت کے مفادات کے تحفظ کے حوالے سے قابل عمل نقطہ نگاہ اور ضابطہ حیات پیش کرتی ہے۔ اس فکر و عمل سے انسانیت کے سامنے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کا ایک مینار اُبھر کر سامنے آتا ہے۔ اس تغیر پذیر دنیا میں مسلمانوں پر مایوسی، مرعوبیت اور غفلت کا وہ ماحول، جو سامراجی مقاصد کے لیے پیدا کردیا گیا ہے، ولی اللّٰہی فلاسفی کے شعوری مطالعے سے ختم ہوکر رہ جاتا ہے۔ اور درست تناظر میں یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ انسانیت کے اصل مسائل کیا ہیں اور انھیں درست طور پر حل کرنے کا صحیح طریقۂ کار کیا ہے۔ اس کے لیے کن بنیادی اقدامات کی ضرورت ہے۔

بلاشبہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور ان کے فکر و عمل کے تسلسل کے حامل اولوالعزم محققین اور رہنمایانِ قوم ایک ایسے شان دار سلسلے کے روایات کے امین ہیں، جنھوں نے ہر دور میں آنے والی نسلوں کو اس حوالے سے شعور بخشا ہے۔ ان کی مایوسی اور مرعوبیت کو دور کیا ہے۔ اور ان میں زندگی کے بدلتے دور اور نئے پیدا ہونے والے تقاضوں میں آگے بڑھنے کی اُمنگ پیدا کی ہے۔ اور یہ ثابت کیا کہ انسانی سماجی کے بدلتے ہوئے مراحل میں دین اسلام وہ واحد دین ہے، جو کل انسانیت کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ یہی وہ دین ہے، جو عالمی سطح پر نئی سماجی تشکیل کے حوالے سے انسانیت دوست ماحول پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔ آج بڑی ضرورت ہے کہ ان ہمہ گیر تبدیلیوں کے دور میں آگے بڑھنے کے لیے ولی اللّٰہی فکر و فلسفے کو اپنے شعوری سفر میں حرزِ جاں بنایا جائے۔ اور دینی حوالے سے اس شاہراہِ فکر و عمل پر آگے بڑھ کر دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے شعوری جدوجہد کو فروغ دیا جائے۔

مدیرِ اعلیٰ

خطبہ جمعۃ المبارک

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت نگرانِ انسانیت

شیخ التفسیر والحدیث حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد صاحب

(مؤرخہ 3رفروری 2012ء، بمقام ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ، لاہور) ضبط وتحریر: محمد طفیل اقبال

نحمدهٗ ونصلّی علٰی رسوله الکریم، امّا بعد: قال اللّٰه تعالٰی: یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ وَّدَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ (33:45-46)

معزز دوستو! ربیع الاول کے اس ماہِ مبارک میں نبی اکرمؐ کی آمد اور اسی مہینے میں دنیا سے تشریف لے جانا دنیا کا اہم ترین واقعہ ہے۔ اس تناظر میں نبی اکرمؐ کی بعثتِ مقدسہ کے اہم پہلوؤں کو پیش نظر رکھنا ہر مسلمان فرد کی زندگی کی تعمیر وتشکیل اور اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو درست خطوط پر آگے بڑھانے کے لیے ضروری ہے۔ دنیا کی ہر قوم اپنے رہنماؤں کے فکر و عمل، سیرت وکردار سے رہنمائی لیتی ہیں۔ اور ان کے اسوۂ حسنہ کے مطابق آگے بڑھنے کا لائحۂ عمل تیار کرتی ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم محض کسی ایک قوم، کسی ایک نسل یا کسی ایک مذہب کے ماننے والوں کے نبی نہیں ہیں، بلکہ آپ کُل انسانیت کی طرف مبعوث ہوئے ہیں۔ نبی اکرمؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”بُعثتُ إلی الناس کافّة“ کہ میں تمام انسانیت کی طرف مبعوث کیا گیا ہوں۔ گزشتہ انبیا علیہم السلام اپنی اپنی اقوام کی طرف مبعوث ہوئے، جب کہ حضورؐ کی بعثت کل انسانیت اور تمام اقوامِ عالم کی طرف ہوئی ہے۔ اس لیے آپ کل انسانیت کے لیے معیار ہیں، ان کے لیے نمونہ اور اسوۂ حسنہ ہیں۔ اسوۂ حسنہ اور نمونہ اس مرکزی فکر وعمل یا سیرت وکردار کو بنایا جاتا ہے کہ جس کے حصول کے لیے انسان عملی جدوجہد اور کوشش کرتا ہے۔ جو ٹارگٹ مقرر کر لیے جاتے ہیں، ان کے حصول کے لیے انسان عملی جدوجہد اور کوشش کرے، تبھی کامیابی ممکن ہوتی ہے۔ مسلمان جماعت کی کامیابی نبی اکرمؐ کی محبت اور آپ کے ساتھ سچا تعلق قائم کرنے میں ہے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”لایؤمن احدکم حتٰی اکون احبّ الیه من وَالده و ولده و الناس اجمعین“ (تم اس وقت تک کامل مسلمان نہیں ہو سکتے، جب تک کہ میری محبت تمہارے دل میں اپنی اولاد، اپنے والدین، غرض کہ تمام انسانوں سے زیادہ نہ ہو) یہ محبت اور چاہت تقاضا کرتی ہے کہ آپؐ کے جو اہداف و مقاصد تھے، وہ محبت کرنے والوں کے دل ودماغ میں منتقل ہونے چاہئیں۔

قرآن حکیم نے نبی اکرمؐ کی اس دنیا میں بعثت اور اس دنیا میں آنے کے مقاصد کا تعین کیا۔ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر نبی اکرمؐ سے یہ ارشاد فرمایا ہے: ”یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝“ کہ ہم نے آپ کو دنیا میں انسانیت کا ”شَاهِد“ اور نگران بنا کر بھیجا ہے۔ نیز آپ کو ”مُبَشِّر“ یعنی تمام انسانوں کے لیے خوش خبری دینے والا، امن، خوش حالی اور ترقی کی خوش خبری دینے والا، ”مُبَشِّر“ یعنی انسانوں میں سے جو انسانی حقوق ادا نہ کرے اور شیطانی طاغوتی راستے پر چلے، ان کو ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں قرآن حکیم نے آپؐ کی ذاتِ گرامی کے لیے یہ تین بنیادی اہداف بیان کیے ہیں۔ اس سے رسالتِ نبویؐ کے مقاصد واہداف متعین ہو کر سامنے آتے ہیں: (1) انسانیت کی نگرانی کا کام، (2) انسانیت کو امن، خوش حالی اور ترقی دینے اور (3) انسان نما درندوں کو ڈرانے اور ان کے خلاف انقلاب برپا کرنے کے لیے جدوجہد اور کوشش کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ ان تینوں مقاصد کو پورا کرنے کے لیے دَاعِیًا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝ بنایا۔ یعنی ہم نے آپ کو ان تین مقاصد کے حصول کے لیے، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منارۂ نور بنا کر بھیجا ہے۔ انسانیت کے لیے آپ کی رہنمائی کے یہ تین بنیادی دائرے ہیں۔ انسانیت کی حفاظت اور نگرانی، انسانیت کی سیاسی، معاشی خوش حالی اور ترقی اور اس کے راستے کی رُکاوٹ پیدا کرنے والے کے خلاف انقلابی جدوجہد کی جائے۔ قرآن حکیم کی آیات ”کلماتِ جامعہ“ کی حیثیت رکھتی ہیں۔ نپے تلے جملے، طے شدہ قوانین اور ضابطے، قرآن حکیم بیان کرتا ہے۔ قرآنِ حکیم کا معمول لمبی چوڑی تفصیلات، قصے کہانیاں اور واقعات کی جزئیات بیان کرنے کا نہیں ہے۔ واقعات اور قصوں کے صرف ان پہلوؤں کو قرآن بیان کرتا ہے، جن سے انسانیت کی فلاح و بہبود کا قاعدہ اور ضابطہ واضح ہوتا ہو اور اس سے کوئی اصولی رہنمائی سامنے آتی ہو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپؐ نے ان تینوں اہداف کے حصول کے لیے اپنی زندگی میں جو جدوجہد اور کوشش کی، وہ کیا تھی؟ انسانیت کی نگرانی کا عمل کیسے کیا۔ انسانیت کے لیے امن اور خوش حالی کی خوش خبری اور اُسے پیدا کرنے کا عمل کیسے کیا۔ اور پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ ان دونوں مقاصد واہداف کو پورا کرنے کے لیے دنیا کی شیطانی اور طاغوتی قوتوں کا مقابلہ اور ان کے خلاف انقلابی جدوجہد کرنے کی کوشش کیسے فرمائی۔ ایک مسلمان اگر ان تینوں بنیادی اہداف کو سمجھ لے اور اپنی سوسائٹی کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے ان کو پیش نظر رکھے تو یقیناً دنیا کی کامیابی اور ترقی بھی ہے اور آخرت کی کامیابی بھی ہے۔

> اس آیت کی روشنی میں آپ کو تین مقاصد کے حصول کے لیے، اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور منارۂ نور بنا کر بھیجا ہے۔ انسانیت کے لیے آپ کی رہنمائی کے یہ تین بنیادی دائرے ہیں: (1) انسانیت کی حفاظت اور نگرانی، (2) انسانیت کی سیاسی، معاشی خوش حالی اور ترقی کی خوش خبری اور (3) اس کے راستے کی رُکاوٹ پیدا کرنے والے انسان دشمنوں کے خلاف انقلابی جدوجہد کی جائے۔

ربیع الاول کے مہینے میں ہم آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کے حوالے سے مجالس ومحافل منعقد کرتے ہیں۔ ہمارے ریڈیو، ٹی وی، ہمارے علما و مبلغین اس حوالے سے گفتگو کرتے ہیں، لیکن اَلمیہ یہ ہے کہ آپؐ کی زندگی کے یہ بنیادی اہداف روبہ عمل کیسے آئے؟ آپؐ اور آپؐ کی تربیت یافتہ جماعتِ صحابہؓ نے ان اہداف کو دنیا میں قائم کرنے کے لیے کیا جدوجہد کی، عام طور پر اس پر گفتگو نہیں کی جاتی۔ واقعات اور قصص، ضمنی اور ذیلی طور پر بہت بیان کیے جاتے ہیں، لیکن آج کے مسلمان کو سیرتِ نبویؐ کی روشنی میں دو اور دو چار کی طرح یہ بتلایا جائے کہ اُسے کیا کام کرنا ہے، اس کے مسائل کیا ہیں، اس کی مشکلات کیا ہیں، انھیں حل کرنے کا کیا طریقہ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں کیا ہونا چاہیے، ان کے سامنے انھیں واضح نہیں کیا جاتا۔ گویا کہ آپؐ کی سیرت سے جو بنیادی رہنمائی ہمارے نوجوانوں کو ملنی چاہیے، عام طور پر اسے نظرانداز کر دیا جاتا ہے۔ جذباتی عقیدت، محض رسمی طور پر محبت کا دعویٰ، چند وجدانگیز محفلیں منعقد کر لینا یا گانے بجانے کے انداز میں محض نعتوں کے پڑھنے، سننے اور سر دھرنے کا عمل تو ہماری سوسائٹی میں ہوتا ہے، لیکن کام کرنے کے اہداف کیا ہیں، ہمارا نظریہ، فکر، سوچ اور عمل کیا ہونا چاہیے، اس کی طرف توجہ نہیں دی جاتی۔

حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو انسانیت کا ”شَاهِد“ اور نگران بنا کر بھیجا گیا۔ گواہی اور

نگرانی اللہ تبارک وتعالیٰ نے نبی اکرمؐ سے لینی ہے۔ نہ صرف اس اُمت کے انسانوں، بلکہ گزشتہ امتوں کی نگرانی اور گواہی کا کام بھی قیامت کے دن آپؐ سے لیا جائے گا۔ چناں چہ ایک حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ: ’’حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی امت جب اللہ کے سامنے پیش ہوں گے، اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام سے پوچھیں گے کہ: کیا تم نے رسالت کی ذمہ داریاں پوری کیں؟ تو وہ فرمائیں گے: ہاں اے رب!۔ پھر اللہ تعالیٰ ان کی امت سے پوچھے گا کہ: کیا تمھیں بات پہنچ گئی تھی؟ وہ کہیں گے: نہیں۔ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ نوحؑ سے پوچھیں گے: تمہارے پاس کوئی گواہ ہے؟ وہ کہیں گے کہ: محمد ﷺ اور ان کی اُمت ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ: ’’اس پر ہم گواہی دیں گے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی رسالت کی ذمہ داریاں پوری کی تھیں۔‘‘ پھر آپؐ نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (143:2) (بخاری شریف، کتاب الانبیاء) اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی گواہی اور نگرانی نہ صرف اس اُمت کے افراد کے لیے ہے، بلکہ آپ سے پہلے بھی جو اُمتیں گزری ہیں، ان کی نگرانی اور ان کی گواہی بھی نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کی اُمت دے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی اکرمؐ اور آپ کی تربیت یافتہ مسلمان جماعت امتِ محمدیہ کل انسانیت کی نگران ہے۔

اب نگران کے لیے ضروری ہے کہ وہ انسانی مسائل حل کرنے کا نظریہ رکھے۔ اس کے سامنے انسانیت کو کامیاب بنانے کی سوچ ہونی چاہیے۔ کسی کو چوکیدار اور نگران مقرر کیا جاتا ہے تو کیا مقاصد ہوتے ہیں؟ کسی بازار، محلے اور گلی کے چوکیدار کی ذمہ داری ہے کہ اس محلے، بستی یا شہر یا اس دائرے کے اندر بسنے والے جتنے بھی انسان ہیں، ان کے جان، مال، عزت وآبرو کے تحفظ کے لیے چوکیداری کرے۔ اس محلے میں، اس گلی میں بسنے والا کوئی انسان، کوئی سی زبان بولے، کوئی سا کاروبار کرتا ہو، کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہو، چوکیدار کا کام حفاظت کرنا ہے۔ سیکیورٹی کا کام اپنے دائرے کے اندر آنے والی انسانیت کو بلاتفریق رنگ، نسل اور مذہب سیکیورٹی مہیا کرنا ہوتا ہے۔ اب مسلمان جماعت انسانیت کی نگران بنائی گئی ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انسانیت کے نگران بنائے گئے ہیں۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نسل انسانی کسی خطے اور علاقے کی ہو، کسی زبان سے تعلق رکھتی ہو، کسی درجے کی قومی شناخت رکھتی ہو، ان کی انسانی بقا کے لیے نگرانی کا کام کرنے کی ذمہ داری عائد کی گئی ہے۔

سچا مسلمان وہ ہے، جو نبی اکرمؐ کی نیابت میں انسانیت کا نگران ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی سوچ، اس کی فکر، اس کا فلسفہ حیات، انسانیت کی بھلائی کا ہو۔ انسان دشمنی کا نہیں۔ انسانیت کے لیے وہ کام کرے۔ اس کی ذہنیت فرقہ وارانہ نہیں، نسل پرستی کی نہیں ہے، محض علاقائی ذہنیت کی نہیں ہونی چاہیے۔ وہ آفاقی ذہنیت رکھتا ہو، اُسے بین الاقوامی سوچ کا مظاہرہ اپنی سطح کے دائرے میں کرنا ہے۔ چناں چہ ایک سچے مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی گلی میں، اپنے محلے میں، اپنی بستی میں، اپنے ملک میں، اپنی سوسائٹی میں، انسانیت کی بھلائی کا کام کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ فرقہ وارانہ مذہبی یا نسلی شناخت کی بنیاد پر تنگ نظری نہیں ہونی چاہیے۔ وسعتِ نظری، کل انسانیت کی فلاح و بہبود کا نظریہ ہو، تبھی نگرانی ہوگی۔ اور اگر یہ ’’چوکیدار صاحب‘‘ صرف یہ کہیں کہ میں تو صرف مسلمانوں کی نگرانی کروں گا۔ میں نے تو مسلمانوں کے لیے ملک بنانا ہے۔ مسلمانوں کو امن دینا ہے اور پھر مسلمانوں میں بھی مثلاً جو عربی بولنے والے ہیں یا کوئی اور فلاں خاص زبان بولنے والے ہیں، ان کو امن دینا ہے۔ خاص قسم کی برادری کو امن دینا ہے۔ تو اس کی یہ ذہنیت انسانیت کی نگرانی کے خلاف ہوگی۔

آج ہماری سب سے بڑی خرابی یہ ہے کہ عام طور پر ہمارا ذہن فرقہ وارانہ بنیادوں پر بنا دیا گیا۔ ہم عربی اور عجمی کی تقسیم، پھر عجمی میں مختلف لسانی اکائیوں کی بنیاد پر تقسیم، اور پھر اسی بنیاد پر مختلف برادریوں کی تقسیم۔ اور اگر یہ تقسیم نہ بھی ہو تو ایک تقسیم غلامی کے زمانے میں بالکل ہمارے دماغوں میں داخل کی جا چکی ہے، اور وہ اسلام کے نام پر فرقہ وارانہ تقسیم سے ہے۔ پچھلے سو سال سے مسلمانوں کے دماغ میں طاغوتی اور شیطانی قوتوں کی جانب سے غلامی کے زمانے میں فرقہ وارانہ ذہنیت کا پراپیگنڈا داخل کر دیا گیا ہے۔ اور اسی کی بنیاد پر جنگِ عظیم اول میں ایک خلافتِ عثمانیہ کی عظیم الشان طاقت اور اجتماعیت کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے نام سے ساٹھ ممالک بنا دیے گئے۔ غلامی کے زمانے میں مسلمان ملکوں میں اسلام کے نام پر ایسے لیڈر وجود میں لائے گئے، اور ایسے اسلام پسندوں کی ایک کھیپ کھنبیوں کی طرح اُگائی گئی، جنھوں نے نہ قرآن پڑھا، نہ حدیث معلوم، نہ کسی صحابی اور تابعی کی تعلیم سے واقف اور نہ آگاہی۔ سب یورپ کے پڑھے ہوئے، آکسفورڈ اور کیمبرج کے پڑھے ہوئے اسلام کے ٹھیکے دار بن بیٹھے۔ مسلمان ملکوں اور اسلام کے بڑے قائدِاعظم بنا دیے گئے۔ یہ اسلام کے خودساختہ نمائندے ہیں۔ اسلام کے درد میں ڈوبے جا رہے ہیں۔ ان لوگوں نے اسلام کے نام پر تقسیم در تقسیم کی دیواریں بحرالکاہل سے لے کر بحرِاقیانوس تک کھڑی کر دیں۔ اور بڑے فخر سے دعوے کیے گئے کہ دیکھو ہم نے اسلام کی ایک خلافت کے ٹکڑے کر کے کتنے اسلامی ملک بنا لیے۔ 1924ء سے لے کر 1960ء تک پچاس سالوں میں ہم نے پچاس ساٹھ اسلامی ملک کھڑے کر دیے۔

> اس آیت کی روشنی میں ہمیں اپنا نظریہ درست کرنا ہے۔ سوچ درست کرنی ہے۔ انسان دوستی کی بنیاد پر ایسی سوچ، جو انبیا علیہم السلام کے پیش نظر رہی۔ صحابہ، تابعین اور اولیاء اللہ کے پیش نظر رہی۔ غلامی کے پچھلے ڈیڑھ دو سو سال کے زمانے میں جو فرقہ وارانہ تقسیم در تقسیم کی ذہنیت مسلمانوں کے دماغوں میں اُنڈیل دی گئی ہے، اس سے برأت کا اعلان کرنا ہے۔ علاحدگی اختیار کرنی ہے۔

انسانیت کا نگران اور چوکیدار اپنے گرد دیواریں کھڑی کر کے اپنے ذہن اور فکر کو بند کر لے، یہ نبیؐ کی نبوت کا عکس ہے یا اس کے متصادم بات ہے؟ یہی مسلمان قرآن پڑھتا ہے اور یہ آیت قرآن میں پڑھتا ہے: ’’اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا‘‘ کہ نبی کل انسانیت کا نگران بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور یہ آیت پڑھنے کے باوجود اس کا عمل کیا ہے؟ فرقہ وارانہ ذہنیت، تنگ نظری، علاقائی تقسیم، جغرافیائی حدود کا ایسا تعین، جو سوسائٹی میں تضادات اُبھارنے کا موجب بنے، کتنا بڑا تضاد ہے۔ کبھی اس آیت کے آئینے میں ہم نے اپنا چہرہ دیکھنے کی کوشش کی؟ ہمارا نظریہ کیا ہے، ہماری سوچ کیا ہے، ہمارا طریقۂ عمل کیا ہے۔ نظریے کی یہ خرابی، نبی کی نبوت سے بغاوت کا اعلان ہے۔ حلق سے اوپر نبی کی نبوت کے نام پر جھوم اٹھنے کا عمل، نعتیں اور دوہڑے پڑھ کر تڑپ جانے کا عمل، وجد میں آنے کا عمل، لیکن نظریے، سوچ اور فکر میں فرقہ وارانہ ذہنیت، تشدد پسندانہ ذہنیت سرایت کیے ہوئے ہے۔ کبھی ہم نے سوچا ہے؟

بقیہ صفحہ 6 پر

ادارہ رحیمیہ کی مجلس مشاورت کی تشکیلِ نو اور سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کا فروغ

تحریر: مفتی عبدالخالق آزاد

ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم اور ادارہ کے صدر ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن نے اگلے تین سال (2012ء تا 2014ء) کے دورانیے کے لیے ادارہ رحیمیہ کی مجلس شوریٰ کی تشکیل نو کی ہے۔
چناں چہ صدرِ ادارہ نے مجلس شوریٰ کا ایک اہم اجلاس مؤرخہ 25-24 مارچ 2012ء کو لاہور میں طلب کیا، جس میں سب سے پہلے حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے تمام اراکین شوریٰ سے حلف لیا۔ اس اجلاس میں نظامِ تعلیم و تربیت کے حوالے سے غور وخوض ہوا، جس میں تربیتی اور تعلیمی حوالے سے نئ پالیسی تشکیل دی گئی، جسے متفقہ طور پر منظور کیا گیا۔

اس موقع پر مؤرخہ 25/ مارچ کو حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے فروغ، ذکر اذکار کی مجالس اور سلسلۂ رحیمیہ رائے پور سے لوگوں کو وابستہ کرنے کے لیے درجِ ذیل احباب کو ''اجازت'' مرحمت فرمائی: سید مطلوب علی زیدی (راولپنڈی)، ڈاکٹر لیاقت علی شاہ (سکھر)، حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)، مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکار پور)، مولانا محمد اشرف اُنڑ (حیدرآباد)، مولانا مفتی محمد انور شاہ (کوئٹہ)، حاجی محمد یوسف جاوید (عارف والا)، حاجی محمد یعقوب (ہارون آباد)۔
اس موقع پر حضرت اقدس دامت برکاتہم العالیہ نے ارشاد فرمایا: ''اس دور میں طبیعتوں میں کمزوری اور ہمتوں میں کمی کی وجہ سے پورے طور پر سلوک طے ہونا تو بڑا مشکل ہے، البتہ اس کے لیے جدو جہد اور کوشش جاری رکھنا ضروری ہے۔ اس لیے آپ حضرات اپنی اصلاح کی نیت سے دوسرے لوگوں کو اللہ کا نام سکھانے اور ان میں دینی غلبے کے شعور کے لیے جدو جہد اور کوشش کریں۔ اپنی اصلاح کی نیت ہمیشہ پیش نظر رہنی چاہیے۔ اسی سے ترقیات ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کی خدمت کرنے اور دینی غلبے کی شعوری جدو جہد کی توفیق عطا فرمائے اور اسے قبولیت بخشے۔'' اس کے بعد حضرت نے دعا فرمائی۔

الحمدللہ! سلسلۂ عالیہ رحیمیہ کا فیض مسلسل آگے بڑھ رہا ہے۔ اس سے قبل حضرت اقدس رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے ہندوستان میں چار حضرات کو سلسلے کی ''اجازت'' دی تھی۔ جن میں حضرت مولانا محمد الیاس میواتی (میوات)، حضرت مولانا مفتی عبدالسلام (شیخ الحدیث مدرسہ شاہی، مرادآباد)، حضرت مولانا محمد اختر (مہتمم جامعہ اسلامیہ، ریڑھی تاج پورہ، سہارنپور) اور حضرت مولانا مفتی محمد طیب رحمۃ اللہ علیہ (سہارنپور) ہیں۔ یہ حضرات اپنے اپنے مقامات پر ذکر واذکار کا سلسلہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔

اسی طرح اس سے قبل پاکستان میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ نے حضرت مولانا مفتی ڈاکٹر سعید الرحمٰن (ملتان)، حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)، حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)، حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)، حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)، حضرت مولانا صاحبزادہ سید رشید احمد (خانقاہ یٰسین زئی، ڈیرہ اسماعیل خان)، حضرت مولانا حسین احمد علوی رحمۃ اللہ علیہ (چشتیاں)، حضرت مولانا منظور احسن رحمۃ اللہ علیہ (ساہیوال)، والدِ گرامی راؤ عبدالرؤف خاں رحمۃ اللہ علیہ (ہارون آباد)، صاحبزادہ عبدالقادر دین پوری (دین پور، بہاولنگر)، حضرت مولانا محمد افضل (گوجرخان/سعودی عرب)، حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (ساہیوال/سعودی عرب)، حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)، حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)، حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ) اور صوفی حاجی محمد سرور جمیل (لاہور) کو بھی سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور کے فروغ کے لیے اجازت مرحمت فرمائی ہوئی ہے۔ یہ تمام حضرات حضرت اقدس رائے پوری مدظلہٗ العالی کے مجازین میں سے ہیں اور ذکر واذکار کے سلسلے کے فروغ اور دینی غلبے کی شعوری جدو جہد میں ہمہ وقت منہمک اور مشغول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات کی جدو جہد اور کوشش کو قبول فرمائے۔ آمین!

بقیہ خطبہ جمعۃ المبارک حضورِ اقدسؐ نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو جنوبی یمن اور شمالی یمن کا گورنر بنا کر بھیجا۔ تو فرمایا: دیکھو! ''یسِّرا ولا تعسِّرا، بشِّرا ولا تُنفِّرا'' تمھیں یمن کے ایسے علاقے میں حکمران بنا کر بھیجا جارہا ہے، جہاں بہت سی اقوام بستی ہیں۔ وہاں تم لوگوں کے لیے آسانیاں پیدا کرنا، مشکلات مت کھڑی کرنا۔ ''بشِّرا'': لوگوں کو امن کی، خوش حالی، ترقی کی، آزادی کی خوش خبری سنانا۔ ''ولا تُنفِّرا'': نفرتیں مت پیدا کرنا۔ واضح طور پر نبی کی طرف سے ایسے دو حضرات کو کہا جارہا ہے، جنھیں دو بڑے علاقوں کا گورنر بنایا گیا، کہ نفرتوں کو فروغ مت دیں۔ امن اور خوش حالی کی خوش خبری سناؤ! اب انبیا علیہم السلام، خاص طور پر نبی اکرمؐ کا عمل یہ ہو اور ہم نفرتیں بانٹیں، فرقوں کی مسجدیں ہیں، فرقوں کے اسلام ہیں، اور پھر آگے بڑھ کر قوموں کے اسلام ہیں۔ ایک قوم کا اسلام اَور اور دوسرے قوم کا اسلام اَور۔ ایک کے نزدیک اسلام نفرت اور قتل و غارت گری کی تعبیر و تشریح، تشدد کی ذہنیت، انتہا پسندانہ سوچ، اور دوسری طرف اپنے علاقے اور نسل کی تقسیم در تقسیم کا عمل فروغ پذیر ہے۔ خدا کا غضب، وہ عرب علاقے جو کل انسانیت کے لیے اسلام کا مرکز قرار دیے گئے، آج وہاں غیر عرب اس ملک کی Nationality نہیں لے سکتا۔ آپ کو کینیڈا کی Nationality مل جائے گی، آسٹریلیا میں جا کر 5، 10 سال بعد وہاں کی شہریت مل جائے گی، پچاس سال آپ اسلام کے مراکزِ اِن عرب ملکوں میں بسر کریں، آپ کو وہاں کی Nationality یا وہاں کے حقوقِ شہریت نہیں ملیں گے، بلکہ وہاں آپ دوسرے درجے کے شہری قرار پائیں گے۔ یہ اسلام پسندی ہے؟ 1924ء سے پہلے کوئی مسلمان حرم میں گیا اور اُس نے وہاں رہنا چاہا تو وہیں کا ہو رہا، لیکن آج آپ ایسا نہیں کرسکتے۔ کیا آج کا یہ اسلام نفرتیں بانٹنے کے لیے ہے؟ تقسیم پیدا کرنے کے لیے ہے؟ انسانوں کی توہین کے لیے ہے یا انسانوں کو عزت واحترام دینے کے لیے ہے؟ اس آیت کی روشنی میں پہلی بنیادی بات ہمیں یہ طے کرنی ہے کہ ہمارا نظریہ کیا ہے؟ مسلمان کا نظریہ، انسانیت کی نگرانی کا نظریہ ہے۔ اور انسانیت سے ہٹ کر تقسیم کے جتنے بھی نظریے ہیں، خواہ مذہب کی بنیاد پر ہو، نسل کی بنیاد پر ہو، علاقے کی بنیاد پر ہو، وہ اس نگرانی کے نظریے سے متصادم ہیں۔ اس آیت کی روشنی میں ہمیں اپنا نظریہ درست کرنا ہے۔ سوچ درست کرنی ہے۔ انسان دوستی کی بنیاد پر ایسی سوچ، جو انبیا علیہم السلام کے پیش نظر رہی۔ صحابہ، تابعین اور اولیاء اللہ کے پیش نظر رہی۔ غلامی کے پچھلے ڈیڑھ دو سو سال کے زمانے میں جو فرقہ وارانہ تقسیم در تقسیم کی ذہنیت مسلمانوں کے دماغوں میں اُنڈیل دی گئی ہے، اس سے برأت کا اعلان کرنا ہے۔ علاحدگی اختیار کرنی ہے۔ یہی پہلا پیغام ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا اور اس پیغام کو جتنی جلدی ہم سمجھ سکیں، اتنی ہی جلد دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ باقی دو مقاصد واہداف پر اگلے جمعے گفتگو ہو گی۔ ان شاءاللہ۔ وآخر دعوانا ان الحمد لِلّٰہ ربّ العالمین!

از: راؤضیاء الرحمٰن

ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ کا دورۂ سرگودھا وکلورکوٹ

مؤرخہ 30/مارچ 2012ء بروز جمعۃ المبارک کو ناظم اعلیٰ ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ حضرت مولانا مفتی عبدالخالق آزاد مدظلہٗ ادارہ رحیمیہ میں نمازِ جمعہ پڑھانے کے بعد سرگودھا اور کلورکوٹ کے تین روزہ دورے پر سرگودھا تشریف لے گئے۔ 3 بجے سہ پہر لاہور سے روانہ ہوکر 5:30 بجے شام سرگودھا میں ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ صاحب کے مکان پر آمد ہوئی۔ نمازِ مغرب کے بعد مکان پر مجلس ذکر ہوئی اور اس کے فوراً بعد سرگودھا شہر کے ایک بڑے کالج کے سیمینار ہال میں نوجوانوں کے لیے ایک تربیتی سیمینار کا انعقاد کیا گیا تھا، جس میں مفتی صاحب مدظلہٗ نے ''عصر حاضر میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فکر و عمل کی اہمیت اور ضرورت'' کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔ اس خطاب میں مفتی صاحب نے سب سے پہلے عصر حاضر کی حقیقت اور اس دور میں دینی بنیادوں پر سماجی تشکیل کے حوالے سے عالم اسلام کو درپیش مسائل کا تجزیہ پیش کیا اور پھر ان مسائل کے حل کرنے کے لیے قرآن وسنت کی روشنی میں حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو علوم وافکار بیان کیے ہیں، اُن کے بارے میں تفصیلی رہنمائی دی۔ اور بتلایا کہ اس دور کے مسائل حل کرنے اور دینی بنیادوں پر نئی سماجی تشکیل کے لیے ضروری ہے کہ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم وافکار سے رہنمائی حاصل کی جائے۔ اور شعوری مطالعے کی بنیاد پر منظّم جدوجہد اور کوشش کو اپنے پیش نظر رکھا جائے۔ اس سیمینار میں سینکڑوں نوجوانوں نے پوری دل چسپی سے شرکت کی۔ چناں چہ بہت سے علما وطلبا، پروفیشنلز: ڈاکٹرز، انجینئرز اور عصری تعلیم کے حامل نوجوانوں نے شرکت کی۔ انھوں نے اس خطاب سے بھرپور استفادہ کیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے مکان پر ہی نوجوانوں سے بات چیت کا سلسلہ جاری رہا اور رات کا قیام بھی انھیں کے مکان پر ہوا۔

اگلے روز صبح کو دینی موضوعات پر نوجوانوں نے مفتی صاحب سے استفادہ کیا۔ نوجوانوں کے ذہنوں میں پیدا ہونے والے سوالات کے بہترین جوابات دیے۔ جس سے دین اسلام کے اہم موضوعات پر نوجوانوں کے فکر وذہن میں موجود اشکالات دور ہوئے۔ ظہر کی نماز کے بعد مفتی صاحب نے سلسلۂ عالیہ رحیمیہ رائے پور سے تعلق رکھنے والے دوست جناب محمد ارشد تنویر کی شادی کی تقریب میں شرکت کی اور ان کا نکاح پڑھایا۔ اس تقریب سے فراغت اور عصر کی نماز کے بعد جناب محمد شہباز بٹ اور حافظ مظہر صدیق کی معیت میں مفتی صاحب خوشاب تشریف لے گئے، جہاں جناب محمد بلال یوسف کے مکان پر مغرب کی نماز کے بعد مجلس ذکر منعقد ہوئی۔ جس میں سلسلے سے وابستہ نوجوانوں اور دینی جذبہ رکھنے والے افراد نے شرکت کی۔ مجلس ذکر کے بعد انھیں کے مکان پر قرآنِ حکیم کا درس ہوا، جس میں سماجی تشکیل کے حوالے سے قرآن حکیم کی تعلیمات سے نوجوانوں کو آگاہ کیا۔ قرآنِ حکیم کی عظمت اور اس کی اساس پر اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو استوار کرنے کا درس دیا۔ نیز ''سورتِ کہف'' کی آیت ''واصبر نفسک مع الذین یدعون ربہم بالغداۃ'' الآیہ کی روشنی میں قرآنی نقطہ نگاہ سے سچی اور جھوٹی جماعتوں میں فرق کے حوالے سے خوب وضاحت کی۔ اس کے بعد سوال وجواب کی نشست ہوئی، جس میں نوجوانوں کے سوالوں کے تشفی بخش جوابات دیے۔ رات کا قیام جوہر آباد میں جناب ڈاکٹر محمد عثمان صاحب کے مکان پر ہوا۔ (بقیہ دوسرے کالم پر)

حضرت اقدس رائے پوری کے نام مولانا مجاہد الحسینی کا مکتوبِ گرامی

مخدوم ومحترم حضرت شیخ المشائخ مولانا سعید احمد رائے پوری صاحب زید مجدہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مجلّہ ''رحیمیہ'' نظرنواز رہتا ہے۔ تازہ شمارے ماہِ فروری 2011ء وربیع الاول 1432ھ میں سفرحج کی روداد کا مطالعہ کرکے مسرت ہوئی کہ آپ کو مکہ معظّمہ میں حضرت امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمہ اللہ کے میزبان مولانا عبدالوہاب دہلوی رحمہ اللہ کی قائم کردہ قدیم لائبریری دیکھنے کا موقع ملا۔ نیز حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ حضرت مولانا خیر محمد رحمہ اللہ کے فرزندِ ارجمند حضرت مولانا محمد مکی صاحب مدرّس حرم شریف سے ملاقات اور مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ گرامی سے وابستہ معلومات و واقعات سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے اس مبارک سفر کے دوران جو معلومات حاصل کی ہیں، وہ ایک نادر تاریخی سرمایہ ہے۔ اسے قلم بند کرکے اپنے مجلّہ ''رحیمیہ'' میں بھی شائع کرائیں۔ اور اسے کتابی صورت میں بھی طبع کرا کے مشتاقانِ افکارِ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کی تشنگی دور کرادیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

علاوہ ازیں لاہور میں گاہے ماہے افکار ونظریات حضرت سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے زیرِ عنوان مجلس مذاکرہ کا اہتمام فرمایا کریں تو اس کے اچھے اثرات مرتب ہوں گے۔

ان شاء اللہ! آپ کا یہ دعاجو فقیر بھی کسی روز حاضر خدمت ہوکر آپ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ محکمہ ڈاک سے آپ کا مجلّہ اگرچہ مل جاتا ہے، مگر ایڈریس اگر مکمل ہو تو ڈاک ضائع ہونے سے محفوظ ہوتی ہے۔ میرا مکمل پتہ منسلک ہذا ہے۔ دفتر کی جانب سے مطبوعہ چٹ پر مکان نمبر درج نہیں ہے۔ تصحیح ہونی چاہیے۔

اللہ کے فضل سے آپ اپنے رفقا اور مریدین کے ساتھ بخیریت ہوں گے۔ سب کی خدمت میں سلام مسنون اور دعاؤں کی درخواست۔ والسلام

آپ کا دعاجو مجاہد الحسینی مدیر: ماہنامہ اردو عربی ''صوت الاسلام''، فیصل آباد، پاکستان

مؤرخہ 11/فروری، 2011ء

بقیہ رفتارِ کار

اگلے دن یکم اپریل 2012ء کی صبح کو ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب کی معیت میں جوہر آباد سے کلورکوٹ آمد ہوئی۔ جہاں دوپہر کو ان کی بھانجی کی تقریبِ نکاح میں مفتی صاحب نے شرکت کی اور نکاح پڑھایا۔ بعد نمازِ ظہر قاضی محمد ماجد کے مکان پر نوجوانوں سے ایک نشست ہوئی، جس میں مفتی صاحب نے شرکائے مجلس سے عصری تقاضوں کے تناظر میں دین اسلام کی جامعیت پر گفتگو فرمائی۔ اس موقع پر نوجوانوں نے بھرپور سوالات کیے، جن کے مفتی صاحب نے تفصیلی جوابات دیے۔ تقریباً دو گھنٹے تک احباب مفتی صاحب سے مختلف موضوعات پر استفادہ کرتے رہے۔ بعد نمازِ عصر کلورکوٹ میں عزیز واقارب سے ملاقات کی اور مغرب کی نماز کے بعد کلورکوٹ سے روانہ ہوکر پیپلان میں محترم جناب رانا سربلند خاں کے مکان پر تشریف آوری ہوئی۔ نمازِ عشا کے بعد انھوں نے کھانے کا اہتمام کیا ہوا تھا۔ کھانے سے فراغت اور دعا کے بعد پیپلان سے روانہ ہوکر رات گئے سرگودھا واپسی ہوئی۔ اگلے روز صبح کو سرگودھا میں عزیز واقارب اور معززین شہر سے ملاقات کے بعد تقریباً 10 بجے روانہ ہوکر قبل از ظہر ادارہ رحیمیہ لاہور میں واپسی ہوئی۔

rahimia.org

Monthly RAHIMIA Lahore LRL 466 CPL No. 59

نوجوانوں کے لیے اہم خوش خبری
لاہور میں 17 روزہ ''دورۂ تفسیر قرآن حکیم'' کا انعقاد

گزشتہ سالوں کے معمول کے مطابق اس سال بھی ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور میں حضرت اقدس مولانا شاہ سعید احمد رائے پوری دامت برکاتہم العالیہ کے زیرِ نگرانی 17 روزہ دورۂ تفسیر قرآن حکیم کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس دورۂ تفسیر کا آغاز یکم/ جون 2012ء بمطابق 10/ رجب 1433ھ بروز جمعۃ المبارک سے ہو رہا ہے۔ اور اس کے اختتام پر 17/ جون 2012ء بمطابق 26/ رجب 1433ھ بروز اتوار ''تقریبِ تکمیل بخاری و تقسیم اسنادِ شرکاءِ دورۂ تفسیر'' منعقد ہوگی۔

اس دورۂ تفسیر قرآنِ حکیم میں:

1۔ حضرت الامام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے بیان کردہ اصولِ تفسیر
2۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے اُسلوبِ تفسیر
3۔ امامِ انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے تفسیری نکات کی روشنی میں قرآنی علوم و معارف کا بیان ہوگا۔

اس دورۂ تفسیر کی خصوصیات درجِ ذیل ہیں:

☆ قرآنِ حکیم کی سورتوں کے مضامین کا جامع خلاصہ اور اس کے اہم نکات کا بیان
☆ شریعت کے حوالے سے اہم قرآنی موضوعات پر لیکچرز کا اہتمام
☆ اَخلاقی تربیت اور تزکیۂ نفس کے لیے دینی اور روحانی ماحول
☆ قرآن حکیم کے بیان کردہ سیاسی، سماجی، معاشی اصولوں کی نشان دہی
☆ دورِ حاضر کے اہم عمرانی مسائل کے حوالے سے قرآنی افکار سے متعلق آگہی

اس دورۂ تفسیر میں شرکا کی رہنمائی کے لیے ملک بھر کے چنیدہ مفتیانِ کرام، دانش ورانِ عظام، پروفیسرز اور ڈاکٹرز حضرات قرآنی موضوعات پر لیکچرز دیں گے۔

گرمیوں کی تعطیلات میں دینی مدارس، سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیز کے طلبا اور تعلیم یافتہ نوجوانوں کے لیے بڑا موقع ہے کہ وہ اس دورۂ تفسیر سے بھرپور استفادہ کریں۔ نوجوان تعلیم یافتہ طلبا اور باشعور حضرات اس دورۂ تفسیر میں شرائط کے مطابق داخلہ لے کر قرآنی فکر و شعور سے آگہی حاصل کریں اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کے لیے روحانی، اَخلاقی اور اجتماعی تربیت کے حوالے سے دینی ماحول کے اس اہم موقع سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔

دینی مسائل

اس صفحے پر قارئین کے سوالات کے جوابات دیے جاتے ہیں!

از جناب مفتی عبدالغنی قاسمی شعبہ دارالافتاء ادارہ رحیمیہ علومِ قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

براہِ راست سوالات پوچھنے کے لیے رابطہ کریں: 0321-4431184

سوال (1): ایک نمازی جمعہ کی نماز کے قعدہ میں شامل ہوا۔ تو کیا امام کے سلام پھیرنے کے بعد نمازِ جمعہ کی دو رکعت مکمل کرے گا یا ظہر کی چار رکعت ادا کرے گا؟

جواب: نمازِ جمعہ میں قعدہ کے وقت امام کے ساتھ نماز میں شریک ہونے والے مقتدی کو نمازِ جمعہ کی دو رکعت پوری کرنی ہوں گی۔

سوال (2): ایک مسلمان ڈکیتی کے جرم کا مرتکب ہوا اور ڈاکہ زنی کی حالت میں مارا گیا تو کیا اس کا خاتمہ ایمان پر ہوا یا نہیں؟ اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی جائز ہے یا نہیں؟

جواب: ایسا مسلمان جو ڈکیتی جیسے جرم میں مبتلا ہوا (اعاذنا اللہ منہ) تو وہ فاسق ہے، کافر نہیں۔ اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھنی درست ہے۔

سوال (3): زید نے اپنے مال کی زکوٰۃ ایک دفعہ ادا کر دی، جو سونے چاندی اور کرنسی کی شکل میں ہے۔ تو کیا اس کے بعد دوبارہ سال گزرنے پر بھی اس مال پر زکوٰۃ واجب ہوگی یا نہیں؟ جب کہ زید نے اس مال سے کوئی تجارت کی اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی منافع وغیرہ حاصل کیا۔

جواب: سونا، چاندی اور کرنسی پر ہر سال زکوٰۃ واجب ہے۔ اس کو تجارت میں استعمال کرے یا نہ کرے۔ اور زیورات پر سال بہ سال زکوٰۃ واجب ہے، اگرچہ ان کو ایک عرصہ تک استعمال کرنے کا موقع نہ ملے۔

سوال (4): ایک شخص جنابت کی حالت میں تھا اور غسل جنابت سے قبل اس کا انتقال ہو گیا۔ تو کیا اس کے لیے ایک ہی غسل میت کافی ہے یا نہیں؟

جواب: جنابت کی حالت میں انتقال کرنے والے کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے۔ البتہ جنبی میت کو غسل دیتے وقت منہ میں حلق تک پانی پہنچانا اور ناک کی نرم ہڈی تک پانی پہنچانا چاہیے۔

سوال (5): امام صاحب کو دورانِ نماز شک ہوا کہ اُن کا وضو ٹوٹ گیا ہے، لیکن وہ نماز پڑھاتے رہے اور نماز کے بعد یقین ہو گیا کہ وضو نہیں ٹوٹا تو کیا درمیانِ نماز میں اس شک کی وجہ سے امام صاحب اور مقتدیوں کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟

جواب: صرف وضو ٹوٹنے کے شک ہونے کی وجہ سے طہارت ختم نہیں ہوئی اور بعد میں تو یقین کی حالت پیدا ہوگئی۔ لہٰذا نماز پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ امام صاحب اور مقتدیین سب کی نماز درست ہوگئی۔

مجلس مشاورت

حضرت مولانا مفتی عبدالمتین نعمانی (بورے والا)
حضرت مولانا مفتی عبدالقدیر (چشتیاں)
حضرت مولانا مفتی عبدالغنی قاسمی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد مختار حسن (نوشہرہ)
حضرت مولانا عبدالقادر دین پوری (بہاولنگر)
حضرت مولانا رشید احمد (ڈیرہ اسماعیل خان)
محترم سید مطلوب علی زیدی (لاہور)
حضرت مولانا مفتی محمد اشرف عاطف (سعودی عرب)
محترم ڈاکٹر لیاقت علی شاہ معصومی (سکھر)
محترم حاجی محمد بلال بلوچ (قاضی احمد)
محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن راؤ (سرگودھا)
محترم انجینئر آفتاب احمد عباسی (کراچی)
محترم سید خالد ریاض بخاری (واہ کینٹ)
حضرت مولانا عبداللہ عابد سندھی (شکارپور)
حضرت مولانا ڈاکٹر تاج افسر (اسلام آباد)
حضرت مولانا محمد ناصر عبدالعزیز (جھنگ)
حضرت مولانا قاضی محمد یوسف (حسن ابدال)
محترم قاری محمد ایاز جدون (مانسہرہ)

پرچہ ہر ماہ کی 3 اور 4 تاریخ کو ارسال کر دیا جاتا ہے۔
ممبرشپ کی رقومات کی ترسیل بنام
''رحیمیہ لاہور'' میزان بینک قرطبہ چوک برانچ لاہور
اکاؤنٹ نمبر: 0219-0100328009 پر کریں!

مدیرِ اعلیٰ مفتی عبدالخالق آزاد طابع و ناشر نے
اے۔ جے پرنٹرز 28/A نسبت روڈ، لاہور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ ''رحیمیہ'' رحیمیہ ہاؤس
33/A کوئینز روڈ، لاہور سے جاری کیا۔